نکاح مرد اور عورت کی باہمی رضامندی اور بلوغت نکاح کی عمر سے مشروط ہے

اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُواْ ٱلنِّسَآءَ كَرْهًا (حوالہ النساء۔۱۹)

''اے ایمان لانے والو! تمہارے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ عورتوں کے وارث بن بیٹھو انہیں مجبور کر کے (ان کی رضامندی کے بغیر)''۔

''تَرِثُوْا'' (نون اعرابی أَنْ ناصبہ کے آنے سے ساقط ہو گیا) مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ''تم وارث ہو جاؤ، تم میراث میں لے لو''۔

کَرْهًا کا مادہ 'ک ر ہ' ہے اور اس کے معنی مشقت، ناپسندیدگی، جبر و اکراہ ہیں۔ آئمہ لغت کے مطابق (حرکات یعنی زیر، زبر، پیش کے فرق کے ساتھ) یہ دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے اگر انسان کا اپنا نفس ناخواستہ طور پر مجبور کرے یا جس پر دوسرا مجبور کرے، جبر کرے۔ ایسا کام جسے طبیعت بادل نخواستہ قبول کرے، بوجھ، مشقت محسوس ہو، کام کرنے کیلئے مجبور ہو جائے یا کر دیا جائے۔ اس کے مقابل **طَوْعًا** اس انداز کو کہتے ہیں جس میں کسی بات کو بطیّب خاطر، دل کی پسندیدگی سے مانا اور کیا جائے۔ کسی کام کو **کَرْهًا** کرانے کا واضح مطلب دوسرے کی عدم رضامندی، مجبوری ہے۔ ان الفاظ **تَرِثُواْ ٱلنِّسَآءَ كَرْهًا** کے دائرے میں عورت کے استحصال کے تمام انداز اور طریقے آتے ہیں، کم عمری، عنفوان شباب میں ''نکاح کیلئے نابالغ'' لڑکی کی شادی اور بھرپور بالغ عورت کی ان کی **طَوْعًا** (بطیّب خاطر) رضامندی کے بغیر جبری شادی سے لے کر زندگی بھر زبردستی کنواری بٹھائے رکھنا، جس کا ایک انداز اپنے آپ اور لوگوں کو فریب دینے کیلئے ''قرآنِ مجید سے شادی'' کرانا ہے لیکن نیت اور مقصود خاندان کی وراثت، زمین کو اپنے پاس رکھنا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ بعض لوگ بیٹی کو پیدا ہوتے ہی دفن کر دیتے تھے اور بعض ظالم وہ ہیں جو زمین اور دولت کیلئے اپنی ہی بہنوں اور بیٹیوں کو قتل تل مارتے ہیں۔ حقیقت میں ایسے لوگ ظلم اپنے آپ پر کرتے ہیں کہ ظلم، جبر اور باطل طریقوں سے دوسروں کے مال کو ہڑپ کرنے والوں کو واضح انداز میں دوزخ کی وعید سنائی گئی ہے۔ اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا کہ انسان پیچھے رہ جانے والی زمینوں اور مال و دولت کیلئے آخرت کا سودا کر بیٹھے۔ ایسے لوگ عورت کی وراثت نہیں سمیٹتے دائمی آگ اپنے گرد لپیٹتے ہیں۔

قرآنِ مجید میں عورتوں کے حلال حرام ہونے کے متعلق بیان اس قدر واضح ہے کہ کسی زمان اور مکاں میں چاہے اربوں کی تعداد میں عورتیں ہوں ہر ایک ایک کے بارے میں ہر مرد جان سکتا ہے کہ اس کی زوج بننے کیلئے کونسی حلال ہے جس سے محبت اور سکون حاصل کر سکے۔ ارشاد فرمایا ''اور ان عورتوں سے ہرگز نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں۔ مگر جو اس (قرآنِ مجید کے نزول) سے قبل ہو چکا، سو ہو چکا۔ درحقیقت یہ ایک بے حیائی کا فعل ہے۔ ناپسندیدہ اور برا چلن ہے۔ تم پر حرام کی گئیں ہیں تمہاری

مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو اور تمہاری دودھ شریک بہنیں، اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جنہوں نے تمہاری گودوں میں پرورش پائی ہے۔ان بیویوں کی بیٹیاں جن سے تمہارا تعلق زن وشو ہو چکا ہو ورنہ اگر ان سے حقوق زوجیت ادا نہ کئے ہوں (تو ان کی بیٹیوں سے نکاح کر لینے میں) تم پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہے۔اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمہاری صلب سے ہوں۔اور یہ بھی منع کیا گیا ہے کہ تمہارے نکاح میں دو بہنیں جمع ہوں مگر جو پہلے ہو گیا سو ہو گیا۔اللہ بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے"۔ (حوالہ النساء۔۲۲۔۲۳)

وَٱلْمُحْصَنَـٰتُ مِنَ ٱلنِّسَآءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَـٰنُكُمْ ۖ كِتَـٰبَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ ۚ

"اور عورتوں میں سے وہ بھی تم پر حرام ہیں جو محصنات (کسی دوسرے کے نکاح میں) ہیں البتہ (اس حرمت سے کفار کی منکوحہ)
ایسی شادی شدہ مومن عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں جو (جنگ میں، ہجرت کر کے آنے سے) تمہارے پاس ہوں۔
یہ اللہ کا قانون ہے جس کی پابندی تم پر لازم کر دی گئی ہے" (حوالہ النساء آیت ۲۴ کی ابتدا)

نکاح کرنے کیلئے عورت کن شرائط پر حلال ہے؟ حلال قرار دی گئی عورت کے ساتھ نکاح کی بنیادی شرط یہ ہے

وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمْ

"ان کے ماسوا جتنی عورتیں ہیں انہیں تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے

أَن تَبْتَغُوا۟ بِأَمْوَٰلِكُم

کہ اپنے مال و دولت کے ساتھ ان کی جستجو کرو" (حوالہ النساء۔۲۴)

تَبْتَغُوا۟ (مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر) کا مادہ "ب غ ی" ہے اور معنی کسی چیز کے حاصل کرنے میں بہت زیادہ کوشش کرنا ہے۔

تَبْتَغُوا۟ سے واضح ہے کہ عورت کی رضامندی اور رشتے کو قبول کرنے کا بخوشی اقرار لازم ہے۔عورت سے نکاح کیلئے اموال چاہئیں

وَٱبْتَلُوا۟ ٱلْيَتَـٰمَىٰ حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغُوا۟ ٱلنِّكَاحَ فَإِنْ ءَانَسْتُم مِّنْهُمْ رُشْدًا فَٱدْفَعُوٓا۟ إِلَيْهِمْ أَمْوَٰلَهُمْ ۖ

"اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ وہ بلوغت نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں پھر اگر تم ان کے اندر اہلیت پاؤ تو
ان کے مال ان کے حوالے کر دو"

وَلَا تَأْكُلُوهَآ إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَن يَكْبَرُوا۟ ۚ

اور ایسا کبھی نہ کرنا کہ حد انصاف سے تجاوز کر کے اس خوف سے ان کے مال جلدی جلدی کھا جاؤ کہ
وہ بڑے (بھرپور جوان) ہو کر اپنے حق کا مطالبہ کریں گے" (حوالہ النساء۔۶)

عورت سے نکاح کیلئے اموال چاہئیں اور یتیم کو یہ صرف اس وقت مل سکتے ہیں جب وہ بلوغت نکاح کو پہنچ جائیں۔ اس سے واضح ہے کہ بلوغت نکاح سے قبل نکاح نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس سے قبل یتیم کو اس کے اموال نہیں دیئے جاسکتے جن کے ذریعے وہ کسی عورت کیلئے جستجو کر سکے۔ یتیم کو بلوغت نکاح پر اموال دینے ہیں۔ یہ کونسی عمر ہے؟ قرآنِ مجید نے بلوغت نکاح کی عمر کو متعین کیا ہوا ہے۔ واضح فرمایا:

وَلَا تَقْرَبُوا۟ مَالَ ٱلْيَتِيمِ إِلَّا بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُۥ

''اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر عمدہ طریقے سے یہاں تک کہ وہ اپنی بھرپور جوانی کو پہنچ جائے'' (حوالہ الانعام۔۱۵۲، الاسراء۔۳۴)

أَشُدَّ یعنی مضبوط اور محکم، بھرپور جوانی۔ قرآنِ مجید کے مطابق بلوغت نکاح بھرپور جوانی ہے اس لئے ایسے لڑکے اور لڑکی کا نکاح نہیں کیا جاسکتا جو بھرپور جوانی کو پہنچ کر ابھی مرد اور عورت نہیں بنے۔ نکاح لڑکے اور لڑکی کا نہیں ہے بلکہ ایک مرد کا ایک عورت سے نکاح ہو سکتا ہے۔ قرآنِ مجید نے کسی بھی بات کے بیان اور اسے واضح کرنے میں کمی نہیں چھوڑی۔ ارشاد فرمایا:

ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ ٱللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَآ أَنفَقُوا۟ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ

''مرد بیویوں پر قوام (سرپرست، محافظ) ہیں اس بنا پر کہ اللہ نے بعض کو بعض پر (بعض معاملات میں انفرادیت اور) فوقیت دی ہے اور اس بنا پر بھی کہ وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں'' (حوالہ النساء۔۳۴)

''رِجَــال'' جمع ہے معنی مرد۔ صاحب محیط نے کہا ہے کہ مرد کو اس کی قوت، مضبوطی اور بہادری کی بناء پر ''رَجُــل'' کہا جاتا ہے۔ ''رَجُل'' لڑکے کو نہیں کہا جاتا۔ نکاح کرنے کیلئے ضروری ہے کہ انسان مرد کہلانے کی عمر کو پہنچ چکا ہو۔ عنفوان شباب میں کسی کو ''رَجُل'' مرد نہیں کہا جاتا وَإِذَا بَلَغَ ٱلْأَطْفَٰلُ مِنكُمُ ٱلْحُلُمَ ''اور جب تم میں سے اطفال عنفوان شباب میں پہنچیں'' (حوالہ النور۔۵۹) ٱلْحُلُمَ کے معنی ''خواب میں احتلام، یعنی جنسی منتہا (orgasm) تک پہنچنا'' ہیں۔ یہ (adolescence) سن تمیز و بلوغت ہے جس کے شروع ہونے پر انسان (لڑکے، لڑکی) کو اس کا پہلی مرتبہ تجربہ، احساس ہوتا ہے۔ أَشُدَّ یعنی مضبوط اور محکم، بھرپور جوانی یعنی مرد بننے سے سے قبل شباب کی ابتدا اس وقت ہوتی ہے جب انسان طفولیت سے ''بلوغت حُلم'' میں پہنچتا ہے۔ اس عمر میں لڑکے اور لڑکی کا نکاح کرنے کی اجازت قرآنِ مجید نے نہیں دی کیونکہ یتیموں کو ان کے اموال اس وقت واپس کرنے ہیں جب وہ نکاح کے قابل عمر کو پہنچ جائیں جو بھرپور جوانی، مرد بن جانے کی عمر ہے۔ أَن تَبْتَغُوا۟ بِأَمْوَٰلِكُم ''تاکہ اموال کے ساتھ ان حلال عورتوں کی (نکاح کیلئے) جستجو کرو'' (حوالہ النساء۔۲۴)۔ بھرپور جوانی سے قبل لڑکی کو بھی اموال کی اہمیت کا شعور نہیں ہوتا اس لئے اس بناء پر بھی اس کا نکاح نہیں کیا جاسکتا۔ یتیم لڑکی کو بھی اس کے اموال اس وقت دینے ہیں جب وہ بلوغت نکاح یعنی بھرپور جوانی کو پہنچ کر عورت بن چکی ہو۔

اسلامی ممالک کے حکمرانوں اور عدالتوں کی کیا یہ ذمہ داری نہیں کہ قرآنِ مجید کے احکامات پر عمل کو یقینی بنائیں؟ کیا انہیں اس کیلئے جواب دہ نہیں ہونا پڑے گا؟ کیا ان کا یہ بہانہ کارگر ہو سکے گا کہ قرآنِ مجید کے معاملات ہم نے مدرسوں اور مولویوں کے حوالے کئے ہوئے تھے کہ ہمیں دوسرے کاموں سے فرصت ہی نہ تھی؟ حکومت مرد اور عورت کیلئے نکاح کی عمر متعین کرے اور اس کی خلاف ورزی کرنے اور کرانے والوں کیلئے تعزیری قوانین کے تحت سزا مقرر کرے۔ نکاح مرد اور عورت کا صرف باہمی معاملہ نہیں ہے بلکہ معاشرہ بھی اس کا ایک فریق ہے۔ اور معاشرے کے معاملات کو سدھارنا (regulate) افراد کا نہیں حکومت کا فرض ہے۔ ایمان لانے کا دعویٰ کرنے والوں کیلئے حلال نہیں ہے کہ عورتوں کی ناپسندیدگی کے باوجود، جبراً وہ ان کے وارث بن بیٹھیں۔ اہل ایمان کیلئے جو چیز حلال نہیں وہ اسلامی معاشرے میں جرم ہے۔ ''قرآنِ مجید سے شادی'' سے لے کر وہ تمام انداز جن میں عورت کو ازدواجی زندگی کے متعلق فیصلوں میں آزاد اور خود مختار نہیں رہنے دیا جاتا قرآنِ مجید کے حکم کے مطابق چونکہ حلال نہیں ہیں اس لئے جرائم ہیں اور قابل سزا۔ حکومت انہیں جرم قرار دے کر سزائیں مقرر کرے اور انہیں نافذ کر کے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو۔

معاشرے کے مردوں کیلئے (لڑکوں کیلئے نہیں) مخصوص عورتوں کو اس لئے حلال کیا ہے کہ أَن تَبْتَغُوا۟ بِأَمْوَٰلِكُم

''تا کہ اموال کے ساتھ ان حلال عورتوں کی (نکاح کیلئے) جستجو کرو'' (حوالہ النساء-۲۴)۔ لیکن اگر کوئی مرد مالدار نہ ہو تو وہ کیا کرے؟

وَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنكُمْ طَوْلًا أَن يَنكِحَ ٱلْمُحْصَنَٰتِ ٱلْمُؤْمِنَٰتِ

''اور تم میں سے جو وسائل کی فراخی نہیں پاتا (یعنی صاحب استطاعت نہیں، مالی حیثیت سے ان خاندانوں کا ہم پلہ نہیں) کہ مومنین کی محفوظ (آزاد خاندانی) عورتوں سے نکاح کر سکے

فَمِن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُكُم مِّن فَتَيَٰتِكُمُ ٱلْمُؤْمِنَٰتِ

تو وہ تمہاری ان غلام ایمان لے آنے والی عورتوں میں کسی ایک سے نکاح کر لے جو تمہاری ملازمت میں ہیں''

آقائے نامدار ﷺ کا انسانیت پر بڑے احسانوں میں ایک احسان یہ ہے کہ قرآنِ مجید نے انسان کو غلام بنانے (Slavery) کے تصور کو ناپسندیدہ قرار دیتے ہوئے غلام عورتوں کو معاشرے کے آزاد خاندانوں میں ضم کرنے کیلئے نکاح کی ترغیب دی۔ ساتویں صدی عیسوی میں اگر عرب میں غلامی (Slavery) موجود تھی تو اس میں حیرانگی کا کوئی پہلو نہیں کہ اس لعنت سے اپنے آپ کو آزاد کرنے کی توفیق ڈنمارک کو ۱۷۹۲ء، برطانیہ کو ۱۸۰۷ء اور امریکہ کو ۱۸۶۵ء میں تیرویں آئینی ترمیم کے ذریعے ہوئی۔ حقیقت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

انسائکلو پیڈیا اینکارٹا سے **Slavery** پر ایک مضمون سے جھلک:

Islam, established in the 7th century, recognized the institution of slavery from the beginning. The Prophet Muhammad urged his followers to use slaves kindly, however, and on the whole slaves owned by Muslims were comparatively well treated. **Most were employed as domestic servants**

معاشرے کے ان لوگوں کو اجازت دی جو آزاد خاندانوں کے ہم پلہ نہ ہونے کی بناء پر ان کی عورتوں کا رشتہ نہیں مانگ سکتے کہ ان صاحب حیثیت لوگوں کے پاس موجود غلام عورتوں کا رشتہ مانگ لیں جو ایمان لے آئی ہیں۔ معاشرے کا آزاد آدمی ان غلام عورتوں کے ایمان کے متعلق کسی تذبذب کا شکار نہ ہو اس لئے واضح فرمایا وَٱللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَـٰنِكُم ۚ بَعْضُكُم مِّنۢ بَعْضٍ ۚ

''اللہ تمہارے ایمانوں کا حال خوب جانتا ہے، تم (اور غلام عورتیں) سب ایک ہی گروہ کے لوگ ہو'' (حوالہ النساء۔۲۵)۔

ٱلْمُحْصَنَـٰتُ اور غلام عورت (فَتَيَـٰتِ) کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد کیا ان دونوں کی نکاح سے قبل والی یعنی آزاد اور غلام کی حیثیت برقرار رہے گی؟ نہیں! ان کی حیثیت بھی وہی ہو جائے گی جو کسی بھی عورت کی نکاح ہونے پر ہو جاتی ہے۔ جو صاحب استطاعت نہیں اسے فرمایا

فَٱنكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَءَاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ مُحْصَنَـٰتٍ غَيْرَ مُسَـٰفِحَـٰتٍ

''اس لئے ان ملازم عورتوں کے ساتھ نکاح کرلو ان کے گھر والوں کی اجازت سے۔ اور خاندانی عورتوں سے نکاح کے انداز میں معروف طریقہ سے ان کی اجرت (مہر) ادا کرو نہ کہ شہوت رانی کرنے والیوں کے طور طریقے پر۔

وَلَا مُتَّخِذَٰتِ أَخْدَانٍ ۚ

اور نہ ہی اس انداز میں اجرت دو جیسے چوری چھپے آشنائیاں کرنے والیوں کو'' (حوالہ النساء۔۲۵)۔

معاشرے کے ان لوگوں کو اجازت دی گئی ہے جو آزاد خاندانوں کے ہم پلہ نہ ہونے کی بناء پر ان کی عورتوں کا رشتہ نہیں مانگ سکتے کہ ان صاحب حیثیت لوگوں کے پاس موجود ملازم عورت سے نکاح کرلیں۔ اب ظاہر ہے کہ کسی کی غلام/ملازم عورت (فَتَيَـٰتِ) کے ساتھ نکاح کرنے کے لئے اس کے گھر والوں کی اجازت اور مرضی بھی درکار ہے جن کے پاس ملازم ہے۔

فَٱنكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ ''اس لئے ان کے ساتھ نکاح کرلو ان کے گھر والوں کی اجازت سے'' (حوالہ النساء۔۲۵)

ہمارے ہاں کتابوں میں ''لونڈی لونڈی'' کی بھرمار ہے اور اس لفظ سے تحقیر کی بُو آتی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت کے معاشرے میں بھی لوگ غلاموں کو گھر کے ملازم کی حیثیت سے رکھتے تھے جیسے کہ انسائکلو پیڈیا اینکارٹا نے بھی اعتراف کیا ہے "Most were employed as domestic servants"۔ اور قرآنِ مجید نے یہی بتایا ہے۔ امیر لوگوں کی ان ملازم عورتوں سے معاشرے کے کم کھاتے پیتے لوگوں کو اجازت دی کہ ان سے نکاح کرلیں ان کے أَهْلِ کے اذن سے۔ أَهْلِ کے معنی ''رب'' یعنی مالک نہیں بلکہ ''گھر والے'' ہیں۔ اہل علم سے میری گزارش ہے کہ لفظ ''لونڈی'' کو ختم کردیں کہ قرآنِ مجید اور عورت کا احترام اس کا متقاضی ہے۔

معاشرے کے معاشی طور پر کم فراخی والے لوگوں کو صاحب حیثیت لوگوں کی مومن غلام ملازمہ سے اس کے گھر والوں کی اجازت سے نکاح کی اجازت دی اور ملازم رکھنے والے صاحب حیثیت لوگوں کو تلقین فرمائی

وَأَنكِحُواْ ٱلْأَيَـٰمَىٰ مِنكُمْ وَٱلصَّـٰلِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَآئِكُمْ ۚ

''اور اپنے (معاشرے کے نادار) بن بیاہے مردوں اور عورتوں کے اپنے نیکوکار غلام مردوں اور عورتوں کے ساتھ نکاح کرادو

إِن يَكُونُواْ فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ ۗ

اگر وہ مفلس ہیں تو (کیا ہے) اللہ اپنے فضل سے انہیں مالدار کردے گا۔

وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ○

اور اللہ وسعتوں والا، علم والا ہے'' (النور۔۳۲)

مسلم معاشرے میں پناہ لینے کیلئے مومن عورتیں ہجرت کر کے بھی آسکتی ہیں۔ اس کے متعلق حکم دیا

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا جَآءَكُمُ ٱلْمُؤْمِنَـٰتُ مُهَـٰجِرَٰتٍ فَٱمْتَحِنُوهُنَّ ۖ

''اے ایمان لانے والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کے متعلق تفتیش کرو''۔

یہ لوگوں کا انفرادی کام نہیں ہے۔ معاشرے کے کرتا دھرتا، حکومت کا کام ہے۔

ٱللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَـٰنِهِنَّ ۖ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَـٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى ٱلْكُفَّارِ ۖ

''اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ پھر اگر تم انہیں مومن ہی معلوم کرو تو انہیں کافروں کی جانب واپس نہ بھیج دو۔

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۖ

وہ (مہاجر شادی شدہ مومن عورتیں) ان کافروں کیلئے حلال نہیں اور نہ وہ کافر مردان عورتوں کیلئے حلال ہیں۔

وَءَاتُوهُم مَّآ أَنفَقُواْ ۚ

اور جو خرچ انہوں نے (شادی پر) کیا تھا وہ انہیں دے دو۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَن تَنكِحُوهُنَّ إِذَآ ءَاتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۚ

اور تمہارے لئے اس میں کوئی حرج رہنا لقہ نہیں اگر تم ان سے نکاح کرلو جب تم انہیں ان کی اجرتیں ادا کردو'' (حوالہ الممتحنۃ۔۱۰)

شادی شدہ عورتیں حلال نہیں لیکن انہی عورتوں کو استثناء دیا گیا ہے

وَٱلۡمُحۡصَنَٰتُ مِنَ ٱلنِّسَآءِ إِلَّا مَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُكُمۡ

''اور عورتوں میں سے وہ بھی تم پر حرام ہیں جو کسی دوسرے کے نکاح میں ہوں البتہ اس حرمت سے مشرکین کے نکاح میں ایسی مومن عورتیں مستثنٰی ہیں جو جنگ میں یا ہجرت کر کے آنے سے تمہارے پاس ہوں'' (حوالہ النساء۔۲۴)

(تمام جنگی قیدی عورتیں نکاح کیلئے حلال نہیں ہو جاتیں۔ حلال وہی ہیں جنہیں حلال قرار دیا گیا)

اگر مشرکین کے نکاح میں (مشرک کے ساتھ بیاہی ہوئی) عورتیں ایمان لانے کی وجہ سے اپنے خاوندوں کو چھوڑ کر مسلم معاشرے میں ہجرت کر کے چلی آئیں اور ثابت ہو جائے کہ وہ مومنہ ہیں تو کافروں کی جانب لوٹ جانے پر انہیں مجبور نہیں کرنا بلکہ مسلم معاشرہ ان کے خاوندوں کو وہ رقم بہم پہنچائے گا جو انہوں نے ان کے ساتھ شادی پر خرچ کی تھی۔ مومن عورتوں کو واپس نہ بھیجنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کافر مردوں کیلئے حلال نہیں رہیں اور نہ وہ کافر مرد ان عورتوں کیلئے اب حلال رہے ہیں۔ ان عورتوں کو بھی معاشرے میں ضم کرنے کیلئے خواہش مند لوگوں کو ان سے نکاح کر کے محصنہ بنانے کی اجازت دینے میں کوئی حرج نہیں اگر انہیں ان کے مہر ادا کئے جائیں۔ اسی طرح ایمان لانے والے خاوندوں کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنے نکاح میں پہلے سے موجود مشرک عورت کو نکاح سے آزاد کرنے کی بجائے تھامیں رکھیں۔ حکم دیا گیا ہے

وَلَا تُمۡسِكُواْ بِعِصَمِ ٱلۡكَوَافِرِ وَسۡـَٔلُواْ مَآ أَنفَقۡتُمۡ وَلۡيَسۡـَٔلُواْ مَآ أَنفَقُواْ (حوالہ الممتحنۃ۔۱۰)

''اور کافر عورتوں کی عصمتوں کو بھی نہ روکے رکھو اور جو تم نے خرچ کیا تھا مانگ لو اور جو انہوں نے خرچ کیا تھا وہ مانگ لیں''

یہ بھی عورت کا احترام ہے۔ عورت کے دین سے قطع نظر اس کا بحیثیت عورت احترام لازم ہے۔

مشرک خاوند بیوی میں سے کسی ایک کے ایمان لانے سے دوسرا اس کیلئے حرام ہو جاتا ہے اس لئے ان کے مابین علیحدگی ہونا ضروری ہے اور ایمان والوں کیلئے ممنوع قرار دیا

وَلَا تَنكِحُواْ ٱلۡمُشۡرِكَٰتِ حَتَّىٰ يُؤۡمِنَّۚ

''اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں

وَلَأَمَةٌ مُّؤۡمِنَةٌ خَيۡرٌ مِّن مُّشۡرِكَةٍ وَلَوۡ أَعۡجَبَتۡكُمۡۗ

کیونکہ ایک مومن ملازمہ مشرک عورت سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں کتنی ہی بھلی لگے (اس کا حسن تمہیں متعجب کرے)''

وَلَا تُنكِحُواْ ٱلۡمُشۡرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤۡمِنُواْۚ

اور (مومن عورتیں) مشرک مردوں سے نکاح نہ کریں جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں

وَلَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ خَيۡرٌ مِّن مُّشۡرِكٍ وَلَوۡ أَعۡجَبَكُمۡۗ أُوْلَٰٓئِكَ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلنَّارِۖ

کیونکہ ایک مومن ملازم آزاد مشرک سے بہتر ہے اگرچہ تمہیں وہ اچھا لگے۔ وہ (مشرک) آگ کی طرف بلاتے ہیں'' (حوالہ البقرۃ-۲۲۱)

نکاح کیلئے عورت کی رضامندی اور اس کی اپنی رغبت ضروری ہے۔ آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کو نکاح کے بارے میں ان کیلئے مخصوص ہدایات دیتے ہوئے یہ بھی بتایا:

وَٱمۡرَأَةً مُّؤۡمِنَةً إِن وَهَبَتۡ نَفۡسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنۡ أَرَادَ ٱلنَّبِيُّ أَن يَسۡتَنكِحَهَا

''اور کوئی بھی مومن عورت جو اپنا تیئں نبی کو عطا کرے بشرطیکہ نبی بھی اس سے نکاح کرنے کا ارداہ کرے'' (حوالہ الاحزاب-۵۰)

وَإِذَا طَلَّقۡتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَبَلَغۡنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعۡضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحۡنَ أَزۡوَٰجَهُنَّ
إِذَا تَرَٰضَوۡاْ بَيۡنَهُم بِٱلۡمَعۡرُوفِۗ

''اور پھر جب تم بیویوں کو طلاق دے دو پھر وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو ان کیلئے اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے میں رکاوٹ نہ ڈالو جب وہ آپس میں دستور کے مطابق راضی ہوں'' (حوالہ البقرۃ-۲۳۲)۔

نکاح کیلئے عورت اور مرد کی باہمی رضامندی کا ہونا بیواؤں کے متعلق اس ہدایت سے بھی واضح ہے:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيمَا عَرَّضۡتُم بِهِۦ مِنۡ خِطۡبَةِ ٱلنِّسَآءِ أَوۡ أَكۡنَنتُمۡ فِيٓ أَنفُسِكُمۡۚ

''اور تمہارے لئے اس میں کوئی حرج نہیں کہ تم عورتوں کو نکاح کا پیغام اشارے (دبے لفظوں) سے دے دو یا (خواہش کو) اپنے دلوں میں چھپائے رکھو۔

عَلِمَ ٱللَّهُ أَنَّكُمۡ سَتَذۡكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّآ أَن تَقُولُواْ قَوۡلٗا مَّعۡرُوفٗاۚ

اللہ جانتا ہے کہ تم انہیں یاد کرو گے لیکن چھپ کر ان سے وعدہ نہ لو سوائے اس کے کہ کوئی مناسب بات کہو۔

وَلَا تَعۡزِمُواْ عُقۡدَةَ ٱلنِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبۡلُغَ ٱلۡكِتَٰبُ أَجَلَهُۥۚ

مگر (بیوہ سے) عقدِ نکاح کا عزم نہ کرو جب تک یہ حکم عدت اپنی مدت پوری نہ کر لے'' (حوالہ البقرۃ-۲۳۵)۔

وَٱلَّذِينَ يُتَوَفَّوۡنَ مِنكُمۡ وَيَذَرُونَ أَزۡوَٰجٗا

''اور جو لوگ تم میں سے الگ ہوتے وقت پیچھے بیویاں چھوڑ رہے ہوں

وَصِيَّةٗ لِّأَزۡوَٰجِهِم مَّتَٰعًا إِلَى ٱلۡحَوۡلِ غَيۡرَ إِخۡرَاجٖۚ

وہ خاوند اپنی بیویوں کے لئے گھر سے نکالے بغیر ایک سال تک خرچ دینے کی وصیت کر کے جائیں

فَإِنۡ خَرَجۡنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِي مَا فَعَلۡنَ فِيٓ أَنفُسِهِنَّ مِن مَّعۡرُوفٖۗ

پھر اگر وہ گھر سے (بعد از عدت خود) چلی جائیں